سیدنا یزید اور سبائی فتنہ
قسط نمبر1

تحریر = خاور امین باجوہ، کھیوڑہ

مجلہ ترجمان السنہ کے اپریل کے شمارہ میں سردار داؤد احمد صاحب کا امیریزید رحمتہ اللہ علیہ کی ولی عہدی کی مخالفت میں مقالہ شائع ہوا جس میں موصوف نے حقائق کے علی الرغم بے جا تصرف، تلبیس اور علمی بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے راقم الحروف کی طرف سے امیریزید کی ولی عہدی کے متعلق تحریر کئے گئے مقالے کا رد کرنے کی سعی لاحاصل کی موصوف کی طرف سے "حب اہل بیت" کے پردے میں کی جانے والی یہ غلط بیانی کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کیونکہ اسطرح زہر پر تریاق کا لیبل لگا دینا آنکھ مچولی ہی ہے جو کہ نادانوں کو تو خوش کر سکتی ہے مگر علم و فکر، تدبر و تعقل، فہم و فراست اور لیاقت کی گہرائیوں میں غوطہ زن تو بہرحال دیدہ بصیرت ہی سے کام لیتی ہیں بقول شاعر۔

تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

موصوف کی یہ کوشش اور غلط بیانی چونکہ "حب اہل بیت" کے پردے میں ہے اس لئے کم علم اور سادہ لوح حضرات کے لئے خاص کشش کی حامل ہے مگر ہماری ایسے حضرات سے درخواست ہے کہ اللہ اس کوشش اور غلط بیانی کو اس کے پس منظر اور حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے پہچانیں کیونکہ

All that glitters is not gold

یعنی چمکنے والی ہر چیز سونا نہیں ہوتی۔ اس لئے اندھی عقیدت اور تعصب و تنگ نظری کے خول سے باہر نکلیں اور اس کی حقیقت کو دیکھیں تو انشاء اللہ ضرور صراط مستقیم اور حق پر شرح صدر حاصل ہو گی موصوف نے سیدنا علیؓ کے متعلق دو وضعی روایات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "سیدنا علیؓ خلیفہ کی نامزدگی کو سخت ناپسند کرتے تھے" حالانکہ ہم اپنے تحریر کئے گئے مقالے میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیدنا علیؓ نہ صرف یہ کہ اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی کو درست سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے خود سیدنا حسنؓ کو بطور خلیفہ نامزد کیا۔ کیا سردار صاحب حب اہل بیتؓ کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ اس طرح علمی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت شدہ تاریخی حقائق سے انحراف و اعراض کیا جائے؟ ہماری طرف سے سیدنا علیؓ کے متعلق یہ ثابت کرنے کہ "وہ نہ صرف یہ کہ سیدنا حسنؓ کو بطور خلیفہ نامزد کرنے کو درست سمجھتے تھے بلکہ خود انہوں نے سیدنا حسنؓ کو خلیفہ نامزد بھی کیا" سے یہ حقیقت بھی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ موصوف نے سیدنا علیؓ کے متعلق جو روایات نقل کی ہیں کہ جن میں سیدنا علیؓ نے خلیفہ کی نامزدگی کو انتہائی برا سمجھا اور قرار دیا ہے وہ

بالکل وضعی اور سیدنا علیؓ کی ذات پر افترا کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ اگر سیدنا علیؓ کا یہی موقف تھا جس کا سردار داؤد صاحب دعویٰ کر رہے ہیں تو پھر خود سیدنا علیؓ نے اپنے اس موقف کی موجودگی میں سیدنا حسنؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی کو درست کیوں سمجھا اور اس کے بعد انہیں بطور خلیفہ نامزد کیوں کیا؟ **ھاتوا برہانکم ان کنتم صدقین** مشہور اہلحدیث عالم حکیم عبدالرحمٰن خلیق آف بدو ملہی اس موضوع پر لکھی گئی بے مثال اور اعلیٰ ترین کتاب "امیر المومنین معاویہؓ" میں لکھتے ہیں کہ "جہاں تک کسی سربراہ مملکت کا اپنی زندگی میں اپنے جانشین کو مقرر کرنے کا تعلق ہے تو یہ مسئلہ نہ صرف مسلمانوں کے اندر بلکہ سطح ارض پر کسی بھی معاشرہ میں کسی بھی زمانے میں مابین النزاع مسئلہ نہیں رہا اور تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سربراہان مملکت اکثر ہی اپنے بعد قطع نزاع کے لئے اپنی زندگی میں ہی اپنے جانشین کے لئے فکر مند رہے ہیں اور اس باب میں بھی نزاع نہیں چلی کہ سربراہ مملکت اپنی مملکت کی بہتری کے لئے کس شخص کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہے۔ تاریخ ہمیں جانشینوں کی فہرست میں بھائیوں کا بھی پتہ دیتی ہے، بیٹوں کی بھی خبر دیتی ہے، ایسے بھی جانشین مقرر ہوتے رہے ہیں جو سربراہ مملکت سے کوئی دور کا رشتہ بھی نہیں رکھتے تھے اور بعض قریب کا رشتہ رکھنے والے بھی اس فہرست میں آجاتے رہے ہیں۔ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کا مسئلہ بھی کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ سربراہ مملکت جسے اپنی مملکت کے لئے مفید سمجھتا ہے اپنی یا اپنے مشیروں کی رائے سے اس کو منتخب کر لیتا ہے۔

اس سے زیادہ تاریخ عالم میں کوئی اہتمام کبھی نہیں ہوا قرآن کریم نے بھی اس باب میں کوئی قدغن نہیں لگائی کہ خبردار باپ کے بعد بیٹے کو سربراہی کا کوئی حق نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسی کوئی بات ثابت نہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی خاص ہدایات جاری فرمائی ہوں۔ (پھر اس کی ممانعت کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ کیا باپ کے بعد بیٹے کی نامزدگی و جانشینی کی اباحت خود بخود ثابت نہیں ہو جاتی؟) باپ کے بعد بیٹے کی سربراہی کے سلسلہ کی ساری بحثیں دراصل حضرت معاویہؓ سے دل میلا رکھنے والے بعض لوگوں نے ہی جاری کی ہیں ورنہ اس سے پہلے اس باب میں کوئی بحث موجود نہیں تھی یہی نہیں بلکہ بیٹے کو دوسروں کے مقابلہ میں اپنے باپ کے بعد ملکی مفاد کا زیادہ بہتر پاسدار سمجھنا کوئی غیر منطقی بات بھی نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ ان صلاحیتوں سے بہرہ مند ہو جن کی سلطنت کے نظام کو چلانے کی ضرورت ہے اسلام صرف نالائق اور لائق کی تمیز کرتا ہے..... داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سنبھالنے کے لئے ان کے حقیقی بیٹے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے **وورث سلیمن داوود** اور یہ سلطنت خواہ روحانی ہو یا مادی سب میں ہی یہ دستور مشترک ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے وارث کے بطور بیٹا ہی مانگتے تھے پھر انہیں یہ نعمت دے دی گئی۔ زکریا جب اپنے عزیزوں کو اپنی وراثت کے نالائق پاتے ہیں تو وہ بھی بیٹے کے لئے درخواست کرتے ہیں کہ **فھب**

لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب اور ظاہر ہے کہ یعقوبؑ کی آل میں سلطنت روحانی بھی چلتی تھی اور مادی بھی۔ پس تاریخ خواہ مادی سلطنتوں کی ہو یا روحانی کی ہو کسی بھی سلطنت کے لئے بیٹوں کو پسند زیادہ کیا گیا ہے انبیاء کے ہاں بھی بیٹے کی طلب میں ایک ہی اصول کار فرما تھا کہ واجعلہ رب رضیا اس کے علاوہ کوئی دوسری شرط درمیان میں نہیں لائی گئی یہ قدغن صرف مولانا مودودی صاحب اور ان کے بعض ہم خیال پیشرو بزرگوں کی ہی ایجاد ہے کہ باپ کے بعد بیٹا محروم ہونا چاہئے اور اس ایجاد گری کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اگر معاویہؓ ایسا نہ کرتے تو مولانا مودودی بھی ان کے خلاف اتنی محنت نہ کرتے کیونکہ حضرت (مودودی) کی یہ بحث کوئی اصولی بحث نہیں ہے بلکہ انہیں صرف معاویہؓ اور ان کے بیٹے پر غصہ ہے۔ اسلام صرف حقدار کو ہی جانتا ہے اور وہ حقدار کے حق کی حفاظت کرتا ہے اسے اس بات سے کوئی بحث نہیں کہ حقدار کسی سربراہ مملکت کا بیٹا ہے یا پوتا یا بھائی ہے یہ شرط جہاں بھی پائی جائے گی اسلام اسی کے حق میں فیصلہ دے دے گا قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ "امانتیں ان کے اصل مالکوں کی طرف لوٹا دو" اور بس! حضرت معاویہؓ پر اعتراض تو اس لئے بھی غیر معقول ہے کہ سربراہ سلطنت سے رشتہ بنیاد پر پہلے بھی حق حکومت کا مطالبہ ہوتا رہا ہے اور مولانا مودودی نے اس کو کبھی غلط نہیں کہا۔ بلاشبہ شریعت اسلامیہ کسی باپ کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے اپنا جانشین مقرر کرے مگر وہ اسے یہ حکم بھی نہیں دیتی کہ اگرچہ ملک اور ملت کی ضرورت سے اس کا بیٹا دوسرے سب لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہو پھر بھی وہ اسے محض اس لئے مسترد کر دے کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور اس کے حق کو اس لئے ساقط ہو جانا چاہئے کہ وہ سربراہ مملکت اسلامی کے گھر میں پیدا ہوا ہے اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید کی بطور جانشین تقرری سے قبل مسلمانوں کے اندر اس بدگی ذہن کا کوئی وجود نہیں تھا مگر یزید کی نامزدگی پر بعض اہل سیاست نے اس مسئلہ کو بطور ایک سیاسی حربہ کے اپنایا اور پھر وہ اس کو بطور ایک سیاسی حربہ کے ہی استعمال کرتے رہے اور پھر اس سے زیادہ زور پیدا کرنے کے لئے اس کو اسلام کے مزاج کے خلاف قرار دے لیا حالانکہ حضرت معاویہؓ کے جانشین جیسی جانشینی پہلے بھی عمل میں آچکی تھی مگر اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ شریعت اسلامیہ میں مملکت کی سربراہی کے لئے صلاحیت کار کے سوائے اور کوئی شرط نہیں تھی مگر یزید بن معاویہ کے معاملہ میں سیاسی ضرورتوں نے اس مسئلہ کو پیدا کیا اور پھر اس کو اتنا اچھالا گیا کہ لوگ فی الواقع اس کو اسلام کے مزاج کے منافی سمجھنے لگے کوئی شخص بھی جس نے تاریخ اسلام کے ان واقعات پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے حضرت عثمان غنیؓ کے انتخاب تک

گزرے جن کا تعلق مملکت اسلامی کے سربراہوں کے انتخاب اور مملکت میں سیادت و قیادت کی تبدیلی سے ہے اور اسے اس باب میں حضرت علیؓ کے ان جذبات و خیالات کا علم ہو جو مولانا مودودی صاحب ہی کی مسلمہ اور معتبر تواریخ کے راویوں کی زبان سے ہم تک پہنچے ہیں تو وہ بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا کہ باپ کے بعد بہرحال بیٹے کو محروم کر دینے کا بدعی ذہن اصحاب رسولؐ میں کہیں موجود نہیں تھا نہ تو ابو بکرؓ کا انتخاب ہی اہل بیت رسولؐ سے باہر اس لئے ہوا تھا کہ اہل بیت شرعاً" اس منصب سے محروم تھے اس لئے بیت رسولؐ سے باہر کا ہی کوئی شخص خلافت کا مستحق ہے اور نہ عمرہی اس لئے خلیفہ منتخب کئے گئے تھے کہ ان کا اولاد رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ بالآخر عثمان کا انتخاب ہی اس ذہن کی پیداوار تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مولانا مودودی کے مسلمہ مورخین کے بقول حضرت علیؓ قیادت کی تبدیلی کے ہر مرحلہ پر ہی اپنی محرومی کو اپنے ساتھ زیادتی کیوں سمجھتے؟ حضرت علیؓ یقیناً مولانا مودودی اور ان کے ہمنواؤں کے مقابلہ میں زیادہ مزاج شناس تھے اگر یہ بیعت اسلام کا حصہ ہوتی یا اسلام کے مزاج کے منافی ہوتی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کوئی اثر موجود ہوتا تو حضرت علی کبھی یہ جسارت نہ کرتے کہ وہ دنیا کے لئے اپنے دین کو بازی پر لگا دیں اور امت کی سربراہی کو رسولؐ کی منشا اور اسلام کے مزاج پر ترجیح دیں۔ مولانا مودودی کو یہ تسلیم ہے کہ علیؓ بلاشبہ اپنے آپ کو دوسرے سب لوگوں سے ہی خلافت کے لئے احق (زیادہ حقدار) سمجھتے تھے۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۵۸ از علامہ مودودی)

تو کیا کوئی شخص حضرت علیؓ کے کسی قول یا اثر سے یہ بتا سکتا ہے کہ وہ اپنے احق ہونے کے لئے اس کے علاوہ بھی کوئی دلیل اپنے پاس رکھتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں ان کے داماد ہیں اور ان کے عم زاد ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ انہیں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے کوئی رقابت نہ تھی' نہ دشمنی تھی اور وہ ان تینوں کے شرف کا انکار بھی نہیں کرتے تھے لیکن جب اصحاب رسولؐ نے تینوں بار ہی حضرت علیؓ کی خواہش سے واقف ہونے کے باوجود انہیں موخر کیا تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ انہیں اس لئے محروم کرتے ہیں کہ وہ ابن رسولؐ یا داماد رسولؐ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین نہیں بن سکتے بلکہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ تینوں بزرگ ہی اپنی صلاحیت کار' اپنی بزرگی اور اپنے شرف کی وجہ سے حضرت علیؓ پر مقدم تھے اس لئے علیؓ کی خواہش کے باوجود ان کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں کو ان سے پہلے قبول کر لیا گیا پھر جب حالات نے یہ شرف حضرت علیؓ کی طرف لوٹا دیا تو اپنے وقت پر وہ امت کے خلیفہ قرار پائے۔

تاہم حضرت علیؓ کی طرف سے اپنے احق ہونے کے اظہار سے ہی ظاہر ہے کہ وہ مولانا مودودی

صاحب اور ان کے بعض اہل قلم ساتھیوں (مثلاً سردار داؤد صاحب وغیرہ) کی طرح باپ کے بعد بیٹے کی محرومی کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے اگر اصحاب رسولؐ ان کو ابو بکرؓ سے زیادہ باصلاحیت اور زیادہ شرف کا حامل جانتے تو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد علیؓ ہی خلیفہ اول بنتے اور ان کے لئے ان کا داماد رسولؐ پروردہ رسولؐ اور عم زاد رسولؐ ہونا کچھ بھی رکاوٹ نہ بنتا۔ تعجب ہے کہ مولانا مودودی صاحب کو حضرت معاویہؓ کے خلاف جمع و ترتیب کرتے وقت یہ بھی یاد نہ رہ سکا کہ حضرت علیؓ نے نہ صرف یہ کہ سربراہی کی ہر تبدیلی پر اپنے آپ کو سربراہی اور خلافت کا احق جانا بلکہ اپنی وفات کے موقع پر اپنے بعد اپنے حقیقی بیٹے حضرت حسنؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا اور اس غرض سے انہوں نے کوئی صحیح یا غیر صحیح مجلس مشاورت بھی طلب نہیں فرمائی تھی جبکہ حضرت معاویہؓ نے اس مرحلہ پر استصواب عام منعقد کیا تھا۔

مولانا مودودی صاحب بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے موقع پر ان کے رفقاء نے ان پر زور دیا تھا کہ آپ اپنی زندگی میں ہی جانشین کے بطور اپنے بڑے بیٹے حضرت حسنؓ کو نامزد کر دیں مولانا لوگوں کے اس دباؤ کو اپنے الفاظ میں یوں لکھتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی وفات کے وقت لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ کے صاحبزادے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۸۶)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ سب لوگ ہی جو حضرت علیؓ سے حسنؓ کی بیعت کے لئے اجازت مانگتے تھے اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے حضرت علیؓ کی وفات ایک مہلک قاتلانہ حملہ کا نتیجہ تھی اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے اس آخری وقت میں ان کے پاس بہت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں گے اور دیکھئے حاضرین نے بڑے واضح الفاظ میں حضرت علیؓ سے ان کے بعد ان کے بیٹے کے لئے بیعت چاہی مگر موقع و محل کے باوجود کسی نے اس بات کی طرف اشارہ بھی نہیں کیاکہ یہ کیسی اجازت طلبی ہے کہ آپ لوگ جانتے بوجھتے حضرت علیؓ کو ایک امر حرام کی ترغیب دے رہے ہیں؟ تعجب ہے کہ بقول مولانا مودودی (اور سردار داؤد صاحب) کے مزاج کے ہی صریح خلاف ایک امر سامنے آیا مگر مزاج شناسان اسلام اور متبعین رسولؐ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور حضرت علیؓ نے اس سوال کے جواب میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی ہم (سردار داؤد کے ہمنوا) مولانا مودودی صاحب ہی سے یہاں نقل کرتے ہیں مولانا مودودی لکھتے ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین کے اس سوال کے جواب میں فرمایا) میں نہ تم کو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں تم لوگ خود اچھی طرح دیکھ سکتے ہو (خلافت و ملوکیت صفحہ ۸۶ از مولانا مودودی)

اب اس حال میں کیا خیال ہے مولانا مودودی صاحب اور ان کے ہمنواؤں (سردار داؤد صاحب وغیرہ) کا کہ ایسا فرما کر کیا حضرت علیؓ نے کتمان حق کیا ہے؟ یا اپنے ذاتی مفاد کو امت کے مفاد پر مقدم رکھنے کی سعی فرمائی ہے؟ (امیر المومنین معاویہؓ جلد دوم صفحہ ۴۰۳) یا پھر کیا حضرت علیؓ بھی اس مسئلہ سے بے خبر تھے جو سردار داؤد صاحب کو معلوم ہو گیا؟

اک میں ہی کیا خود اگر دیکھے حسن آفریں
اپنی صناعی پہ حیراں خود وہ صورت گر رہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **الساکت عن الحق شیطان اخرس**
ترجمہ = حق کے بارے میں چپ رہنے والا گونگا شیطان ہوتا ہے (الحدیث)

حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کی اپنے بعد جانشینی کے متعلق مندرجہ بالا بیان دے کر باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کے قطعی طور پر جائز ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے وگرنہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی ناجائز ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا علیؓ نے اس ناجائز فعل اور بدعت کے متعلق مداہنت اور خاموشی سے کام لے کر حدیث نبویؐ کے مطابق گونگے شیطان کا کردار ادا کیا ہے۔ (معاذ اللہ)

کیا سردار داؤد صاحب اور ان کے ہمنوا پروردہ رسولؐ سیدنا علیؓ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو وہ سیدنا علیؓ کے نقطہ نظر کے مطابق باپ کے بعد بیٹے کی جانشینی کو کیونکر ناجائز اور بدعت قرار دے سکتے ہیں؟

اب دام مکر کسی اور جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلیٰ اٹھایئے

نیز ہمیں یہ بھی بتلائیں کہ اب گستاخ اہل بیتؓ اور اہل بیتؓ کا منکر کون ہوا آپ یا ہم؟

محترم حکیم عبدالرحمٰن خلیق صاحب مزید لکھتے ہیں کہ آخر سیدنا علیؓ نے ایسا ملت دشمن اور خلاف اسلام بیان کیوں دیا جبکہ حضرت علیؓ کو چاہئے تھا کہ وہ حاضرین کو ان کے اس خلاف اسلام سوال پر سختی سے جھڑک دیتے مسئلہ کو بیان کرنے کا موقع اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا تھا؟ وہ حاضرین کو سخت توجہ بھری نگاہ سے دیکھتے، حیرت بھرے انداز سے تکتے اور انہیں ڈانٹ پلاتے اللہ کا خوف دلاتے کہ زندگی کے اس نازک مرحلے پر جب میں اپنے اللہ کے حضور پیش ہونے والا ہوں تم مجھے یہ کس راہ پر ڈال رہے ہو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ باپ کے بعد بیٹے کی سربراہی کا دستور اسلام کا نہیں بلکہ کفر کا شعار ہے، قیصر و کسریٰ کی سنت ہے اور اسلام کے اندر اس کے لئے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوا انہوں نے حاضرین کے جواب میں جو کچھ فرمایا اور جسے ہم ابھی ابھی خود

مودودی صاحب سے ہی نقل کر آئے ہیں۔ (اور جو طبری جلد ۶ صفحہ ۸۵ اور البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۸ پر بھی موجود ہے) اس میں آپ (یعنی حضرت علیؓ) نے اپنے بعد اپنے بیٹے کی جانشینی کے لئے پوری گنجائش رکھی ہے اور انہوں نے بڑے ہی واضح الفاظ میں اپنے اصحاب سے کہ دیا ہے کہ تم اگر میرے بعد میرے بیٹے حسنؓ کو میرا جانشین بنانا چاہو تو مجھے اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور پھر آپ کے رجحان کے اجلال و احترام میں اصحاب علیؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنا خلیفہ بنا لیا' پھر نہ کسی نے اس فعل کو کفر قرار دیا نہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہی کہا۔ اس کام کو کفر اور قیصر و کسریٰ کی سنت اس وقت بنایا گیا ہے جب حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے بشارت مغفرت کے امین سیدنا امیریزید کے لئے اپنے جانشین کے بطور لوگوں سے بیعت حاصل کی یعنی فتویٰ دراصل مودودی صاحب اور ان کے بعض ہم پیشہ لوگوں (مثلاً سردار داؤد اور ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی وغیرہ) کی سیاسی ضرورت ہے یہ کوئی دین کا مسئلہ نہیں ہے۔ (امیرالمومنین معاویہؓ جلد دوم صفحہ ۴۰۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس حقیقت کے قائل ہیں کہ حضرت علیؓ نے سیدنا حسنؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا

(اگرچہ میں حسنؓ کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں لیکن) اگر اللہ لوگوں کی بھلائی چاہے گا تو سب لوگوں کو اس شخص پر جمع کر دے گا جو ان میں سے بہترین آدمی ہو گا (ازالتہ **الخفاء** مقصد اول فصل دوم لوازم خلافت خاصہ بحوالہ الحاکم)

سردار داؤد صاحب اور ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی صاحب نے خال المسلمین کاتب وحی رب العالمین سیدنا امیر معاویہؓ کی طرف سے اپنے بیٹے بشارت مغفرت کے امین سیدنا امیریزید کو اپنا جانشین نامزد کرنے کو فعل حرام اور بدعت تو قرار دے دیا ہے مگر ہمیں حیرت ہے کہ وہ سیدنا علیؓ کی طرف سے اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کی جانشینی و نامزدگی کو کیونکر جائز و قرار دے سکتے ہیں؟ آخر ایک حرام فعل سیدنا علیؓ کے لئے کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہے کیا سیدنا علیؓ اسلام کے اس قانون کے مکلف نہیں اور وہ (یعنی حضرت علی) شیعی و سبائی عقیدہ امامت **"یحلون ما یشائون ویحرمون ما یشائون** (اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد النبی صفحہ ۲۷۸)

ترجمہ = پس ائمہ جس چیز کو چاہتے ہیں (یعنی شرعی چیز) کو حلال کرتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں" کے مطابق کیا سردار داؤد صاحب کے نزدیک حل و حرمت کا اختیار رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے سردار صاحب ان کے لئے اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کی جانشینی کے حرام اور بدعی فعل کو جائز روا رکھ رہے ہیں؟

پہنچی ہے وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اسی طرح موصوف نے مشہور عالم جھوٹے شخص "گوئبلز" کو مات کرتے ہوئے جانشینی کے ناجائز ہونے کے متعلق جو دو روایات نقل کی ہیں وہ اپنی سند کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ اپنے متن کے لحاظ سے بھی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد کے مصداق اپنے کذاب راویوں کی وضع اور جھوٹ کا منہ بولتا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ چنانچہ موصوف کی نقل کردہ پہلی روایت میں راوی بیان کرتا ہے کہ "حضرت علیؓ بیان کر رہے تھے کہ میں عنقریب قتل کیا جاؤں گا"

چونکہ اس روایت کا خالق کذاب راوی تو دنیا میں موجود نہیں اس لئے اس کی بجائے ہمارا سردار داؤد اور خواجہ نظامی صاحبان سے یہ سوال ہے کہ کیا سیدنا علیؓ عالم الغیب تھے کہ جس کی بنا پر انہوں نے اپنے قتل ہونے کے متعلق یہ دعویٰ کیا؟ انبیاء کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا صریح شرک و کفر ہے تو پھر سیدنا علیؓ کے متعلق اس روایت کی بنا پر جو کہ سیدنا علیؓ کو عالم الغیب باور کراتی ہے سیدنا علیؓ کو عالم الغیب مان لینا کیونکر کفر و الحاد نہ ہو گا؟

سچ ہے کہ۔

رفض ہے تو عقل نہیں عقل ہے تو رفض نہیں

موصوف نے جو دوسری روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ آپ خلیفہ کیوں مقرر نہیں فرماتے تو آپ نے فرمایا کیا رسول اللہؐ نے کسی کو خلیفہ بنایا تھا۔ جو میں خلیفہ بناؤں" موصوف نے یہ مکذوب روایت تو نقل کر دی ہے مگر اپنی جہالت اور کم علمی کے باعث اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' خلیفہ کی نامزدگی و جانشینی کو جائز سمجھتے تھے چنانچہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے متعلق فرمایا کہ

"میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابو بکرؓ کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ دوں تاکہ میری وفات کے بعد دوسرے لوگ خلافت کی خواہش لے کر کھڑے نہ ہو جائیں اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں ابو بکرؓ کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں مگر پھر میں نے اس خیال سے اپنا ارادہ ترک کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہ ہو گا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت کو قبول کرے گی (بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف)

سردار داؤد صاحب کی بیان کردہ ان وضعی روایات کے علی الرغم اس صحیح روایت سے یہ حقیقت مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سردار داؤد صاحب کے موقف کے برعکس خلیفہ کی نامزدگی کو جائز سمجھتے تھے۔ پھر اس کے باوجود سردار داؤد اور خواجہ عابد نظامی صاحبان خلیفہ کی نامزدگی کو شریعت کی رو سے کیونکر ناجائز ٹھہرا رہے ہیں؟ کیا نبیؐ اس کے بدعت اور حرام فعل

ہونے سے ناواقف تھے؟

جو نبیؐ کے امر میں خطا پائے گا
وہ ظالم دیوانہ کدھر جائے گا

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "اور (ابو بکر صدیقؓ نے) اسی بیماری کے دوران اپنے بعد حضرت عمرؓ کی خلافت کا عہد لیا اور جس نے عہد لکھا وہ عثمانؓ بن عفان تھے انہوں نے ہی وہ عہد لوگوں کو سنایا پس انہوں نے اس پر عمل کرنے کا اقرار کیا اور اس کی بات کو سنا اور ان کی (یعنی حضرت عمرؓ کی) اطاعت کی (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق نماز و مزار سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی طرف سے اپنے بعد اپنی زندگی میں ہی سیدنا فاروق اعظمؓ کو بطور خلیفہ نامزد کرنے کی یہ روایت حافظ ابن کثیر کے علاوہ دیگر مورخین نے بھی نقل کی ہے یہ ناقابل تردید روایت جہاں یہ ثابت کر رہی ہے کہ سردار داؤد صاحب نے خلیفہ کی اپنی زندگی میں ہی نامزدگی کے خلاف اسلام ہونے کے متعلق جو دو روایات نقل کی ہیں وہ موضوع اور جھوٹی ہیں (کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے حضرت عمرؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی کا مقدس فریضہ اپنی زندگی میں ہی انجام دینے کی اس تاریخی حقیقت کی صورت میں سیدنا علیؓ اپنی زندگی میں خلیفہ کی نامزدگی کو کیونکر ناجائز قرار دے سکتے تھے؟) وہیں یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ اپنی زندگی میں ہی خلیفہ کی نامزدگی کے مسئلہ پر سیدنا علیؓ سمیت تمام صحابہؓ کرام کا اجماع ہے اور صحابہؓ کرام کا اجماع ازروئے قرآن حجیت شرعی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں سورۃ النساء آیت ۱۱۵)

صحابہؓ کرام اور کروڑوں افراد پر مشتمل دور خیر القرون میں موجود امت مسلمہ کے اس عدیم المثال اجماع کا استخفاف کیونکر ممکن القبول ہو سکتا ہے؟ رافضی شیعہ تو صحابہؓ کرام پر تبرا بازی کو جائز اور کار ثواب سمجھتے ہیں ہی لیکن کیا نامزدگی کو مذموم ماننے والے حضرات بھی نبوتؐ کے گواہ صحابہؓ کرام پر سب و شتم کے مرتکب نہیں ہوئے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدرت رامی شناسم

(جاری ہے)